تعلیم عقائدِ اسلام

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی۔ شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ لاہور

تمہید | چونکہ اعمال صالحہ کا دارومدار عقائد پر ہے اس لئے میں چاہتا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رح کے مکتوبات سے اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد نقل کر کے رسالہ میں درج کروں۔ لیکن حسن اتفاق سے گزشتہ دنوں جب حضرت استاد محترم مولانا مولوی محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو موصوف نے اپنی گرانقدر تالیف عقائد الاسلام کا ایک نسخہ اس عاجز کو ہدیتہً مرحمت فرمایا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا۔ کہ موصوف نے اس کتاب کو لکھتے وقت حضرت مجدد الف ثانی رح کے انہی مکتوبات کو پیش نظر رکھا ہے جن کو میں نے منتخب کیا تھا۔ اس لئے میں اس کتاب کے مفید اقتباسات بالاقساط رسالہ میں درج کروں گا،

انشاء اللہ وبتوفیقہٖ　　　(مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد متعلقہ ذات وصفات باری تعالیٰ شانہٗ

عقیدہ اوّل

اللہ تعالیٰ اپنی قدیم ذات اور صفات کے ساتھ خود بخود موجود ہے۔ اور اس کے سوا تمام اشیا اسی کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور اسی کے پیدا کرنے سے عدم سے وجود میں آئی ہیں، خدا تعالیٰ کو خدا اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ وہ خود بخود ہے اس کی ہستی خود اسی سے ہے۔ اور اس کی ذات وصفات کے سوا تمام عالم اور اس کی تمام اشیاء حادث اور نو پید ہیں عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ اسی لئے جہاں کی کوئی شئے ایک حال پر قائم نہیں، تغیر اور تبدل کی آماجگاہ اور فنا اور زوال کی جولانگاہ بنی ہوئی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عالم خود بخود موجود نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا وجود اور ہستی کسی اور ذات کا عطیہ ہے۔ پس وہ ذات بابرکات جو تمام اشیاء کے وجود اور ہستی کی مالک ہے اسی کو ہم اللہ اور خدا اور مالک الملک کہتے ہیں اور اصل مالک اور مالک حقیقی بھی وہی ہے کہ جس کے قبضۂ قدرت میں تمام کائنات کا وجود ہو خوب سمجھ لو کہ حقیقی مالک وہی

۴۔ جو وجود کا مالک ہے، اور جو وجود کا مالک نہیں وہ حقیقی مالک نہیں۔
نیز عالم کی جس چیز پر بھی نظر ڈالو گے، احتیاج اور ذلت اور پستی عاجزی اور لاچارگی کے آثار نظر آئیں گے معلوم ہوا کہ یہ عالم اور عالم کی کوئی چیز خود بخود ہوتی تو خدا ہوتی اور کسی کی محتاج اور دست نگر نہ ہوتی۔

سراپا عاجزی ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا ہوتے جو دل بے آرزو ہوتا

علامہ احمد بن مسکویہ اپنی کتاب الفوز الاصغر میں فرماتے ہیں۔ آسمان سے لے کر زمین تک کوئی شے تم کو ایسی نظر نہ آئے گی جو حرکت سے خالی ہو۔ اور حرکت کی چھ قسمیں ہیں، حرکت کون[1]۔ حرکت فساد[2]۔ حرکت نمو[3]۔ حرکت نقصان[4]۔ حرکت استحالہ[5]۔ حرکت نقل[6]۔ اور یہ امر بھی مشاہدہ سے ثابت ہے۔ کہ کوئی حرکت ایک حال اور ایک منوال پر نہیں معلوم ہوا کہ کسی شے کی حرکت ذاتی نہیں، یعنی اس کی ذات سے نہیں .... بلکہ کسی محرک سے ہے، جو ان کی ذات کے علاوہ ہے، پس وہی محرک حقیقی جس کے ہاتھ میں یہ تمام عالم کی حرکتیں ہیں وہی خدا ہے۔ جو ان پتلیوں کے ذریعہ اپنی قدرت کا تماشا دکھلا رہا ہے۔

منکرین خدا کا رد

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابتدائے آفرینش عالم سے اس وقت تک دنیا کے ہر حصہ اور خطہ میں تقریباً سب کے سب خدا تعالے کے قائل رہے، اور دنیا کے تمام مذاہب اور ملل اور ادیان سب اس پر متفق ہیں کہ خدائے برحق موجود ہے۔ اسی نے اپنی قدرت اور ارادہ سے اس عالم کو پیدا کیا ہے۔
مادہ پرستوں کا گروہ جن کا دوسرا نام منکرین مذہب ہے۔ وہ نہایت ہی بے باکی کے ساتھ خدا کے وجود کا منکر ہے اور یہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی واقعی وجود نہیں، خدا ایک موہوم اور فرضی شے ہے، جس کو انسانی دماغ نے قوانین طبعیہ سے مرعوب ہو کر اختراع کر لیا۔ اور تمام اعمال و افعال اور تمام اقوال و احوال بلکہ تمام کائنات میں اس کو مدبر اور متصرف سمجھ کر اپنے وجود کی باگ اس کے ہاتھ میں دے دی۔ اور بے وجہ اپنی امید و بیم کو اس کے ساتھ وابستہ کر لیا اور اس کو اپنا معبود سمجھ لیا۔ مادہ پرست کہتے ہیں کہ اہل مذاہب کو ایک مافوق الفطرت ہستی ماننے کی کوئی ضرورت نہیں عالم کے تغیرات اور حوادث سے گھبرا کر اور ڈر کر ایک فرضی خدا کے قائل ہو گئے۔ حوادث اور تغیرات کے لئے خدا کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں، مادہ بھی قدیم ہے، اور اس کی حرکت بھی قدیم ہے، مادہ سے مراد وہ نہایت چھوٹے چھوٹے اجزاء اور ذرات ہیں۔ جن کو علمی اصطلاح میں اجزاء دیمقراطیسیہ کہتے ہیں اور انہی ذرات کو ایتھر (یعنی ایتھر) سے تعبیر کرتے ہیں، رفتہ رفتہ ان اجزاء میں اختلاط اور ترکیب پیدا ہوئی۔ اس سے یہ تمام عالم پیدا ہو گیا۔
تحقیقات جدیدہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم کی تمام سماوی اور ارضی چیزوں کی اصل دو چیزیں ہیں، مادہ اور اس کی حرکت اور دونوں قدیم اور متلازم ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جس طرح معلول اپنی علت سے

بے اختیار بن جاتا ہے، اسی طرح یہ تمام آسمان اور زمین اور کواکب اور سیارات اور اشجار اور نباتات مادہ اور اس کی حرکت سے خود بخود بن گئے، لہٰذا ہم کو خدا ماننے کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ اپنی گردن میں مذہبی طوق و سلاسل پھانسیں اور گراں بار بنیں۔ ہمیں خدا کی بالکل ضرورت نہیں۔ بلکہ مادہ اور اس کے قوانین فطریہ اس عالم کی ہستی اور بقاء کے کفیل اور ذمہ دار ہیں،

یہ ہے منکرین خدا کی دلیل جس کو آپ نے سن لیا جس میں سوائے فرضی خیالی تخمینی اور بے ربط مقدمات کے کچھ بھی نہیں، ہم خدا پرست یہ کہتے ہیں کہ مادہ پرستوں نے اپنے زعم اور خیال میں کائنات سماوی و ارضیہ کا ایک خاص سبب اپنے دماغ سے اختراع کر کے پیش کر دیا جس پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں لیکن جس سبب کی ہم کو تلاش تھی اس میں ہم کو کامیابی نہیں ہوئی۔ ہمیں تلاش اس کی ہے کہ یہ قصر کائنات، جو عجیب و غریب تناسب اور ترتیب پر مشتمل ہے اور جس کا ہر ہر جزء گنجینۂ اسرار و حکم ہے اور ماہرین علم افلاک اور علم طبقات الارض اور ماہرین علم حیوانات اور علم نباتات ان کے دقائق اور اسرار کے ادراک سے قاصر اور درماندہ ہیں، یہ قصر کائنات کس طرح وجود میں آیا۔ اور اس کے وجود کا سبب کیا ہے
ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ کائنات کا یہ منظم اور مرتب نظام خود اپنے اندر سے یہ بول رہا ہے۔ کہ میرا بنانے والا اور میرا چلانے والا نہایت ہی علم و حکمت اور نہایت ہی قوت اور قدرت والا ہے اور موصوف بہمہ صفات ہے۔

مادہ پرستوں کا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ تمام عالم مادہ اور اس کے غیر مرئی ذرات کی اتفاقی اور اضطراری حرکتوں کا نتیجہ ہے، مادہ پرست اس کے قائل ہیں کہ مادہ بالکل اندھا اور بہرا اور گونگا اور بے حس اور بے شعور ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ بولتا ہے اور کوئی کام اس کا قصد اور اختیار سے نہیں، اور نہ اس کو کسی تناسب اور ترتیب کا علم ہے اور نہ اس پر اس کو قدرت ہے۔ اور نہ یہ مادہ کسی قانون اور قاعدہ سے واقف ہے عالم کی یہ تمام عجیب و غریب کائنات محض بخت و اتفاق سے وجود میں آ گئی، پس مادہ پرستوں نے اس مرتب اور متناسب نظام کائنات کا سبب مادہ کو قرار دیا۔ گویا کہ ایک اندھے اور بہرے اور بے شعور اور بے حس مادہ کو اپنا خدا مان لیا۔ اگرچہ نام اس کا نہیں رکھا، خدا پرست یہ کہتے ہیں کہ اس قصر کائنات کو مادہ اور اس کی اتفاقی اور اضطراری حرکات کا نتیجہ قرار دینا ایسا ہی ہے،

خوش قلم کتاب کی مثال

جیسے کسی نہایت خوش قلم کتاب کے نقوش کو دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ کتاب کسی ماہر خوش نویس کی لکھی ہوئی نہیں۔ بلکہ یہ تمام کتابی نقوش (جو عجیب و غریب علوم و معارف پر مشتمل ہیں) مادۂ سیاہی اور اس کی اتفاقی حرکت کا نتیجہ ہیں،

قصر شاہی کی مثال

یا کسی قصر شاہی کو دیکھ کر جس میں طرح طرح کے کمرے اور بالاخانے اور قسم قسم کے فرش اور قالین بچھے ہوئے ہوں اور حوضیں اور فوارے اس میں جاری ہوں، کوئی یہ کہنے لگے کہ یہ محل کسی ذی ہوش معمار کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اتفاق سے ایسی ہوا چلی کہ مادہ ترابی اور مادہ مائی میں حرکت پیدا ہوئی جس سے یہ کمرے اور یہ بنگلے اور یہ برآمدے اور یہ راستے اور یہ حوضیں اور یہ نہریں خود بخود بن گئے۔ اور یہ قالین اور یہ کرسی خود بخود اڑ کر یہاں سج گئے۔ کیا جس شخص کے دماغ میں کچھ بھی عقل ہے وہ اس بکواس کو سننے کے بعد اس کو دیوانہ نہ سمجھے گا؟

گھڑی کی مثال

جب ہم کسی گھڑی کو دیکھتے ہیں۔ جس سے وقت معلوم ہوتا ہے۔ تو اس کے عجیب و غریب انضباط اور استحکام اور کل پرزوں کی حرکت کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں، کہ اس کا بنانے والا قواعد ہندسیہ کا بڑا ہی ماہر ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے۔ کہ اس گھڑی کا بنانے والا ایک ایسا شخص ہے۔ کہ جو اندھا اور بہرا اور ناسمجھ اور بے خبر اور کل سازی کے اصول سے بالکل ناواقف ہے۔ (یعنی مادہ) تو کوئی عقل والا اس کی تصدیق کے لئے تیار نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ گھڑی کسی کاریگر کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ یہ تمام پرزے مادہ اور اس کی حرکت سے خود بخود اس خاص ہیئت پر بن گئے اور پھر اس کے بعد جب اُن پرزوں میں دوبارہ حرکت ہوئی۔ تو یہ خود بخود مرکب ہو گئے۔ اور اپنے اپنے موقعہ پر لگ کر گھڑی خود بخود تیار ہو گئی، اور خود بخود چلنے لگی۔ تو سامعین اس محقق سائنس دان کی اس تقریر دلپذیر کو سن کر قہقہہ لگائیں گے،

کون عاقل اس کو قبول کر سکتا ہے کہ عالم کی یہ عجیب و غریب تنوعات اور تطورات تمام کے تمام آپکے نزدیک حادثات ہیں، (جیسا کہ علم طبقات الارض اور علم طبقات الافلاک کے ماہرین نے اس کی تصریح کی ہے) اس لئے کہ پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا ہوئے۔ پس اگر ان کی علت مادہ قدیمہ اور اس کی حرکت ازلیہ ہے۔ تو پھر یہ تمام تطورات اور تنوعات بھی قدیم ہونے چاہئیں، اس لئے کہ جب علت قدیم ہے۔ تو معلول بھی قدیم ہونا چاہئے، ہاں اگر یہ صورت ہوئی کہ مادہ اپنے ارادہ اور اختیار سے ان تنوعات کا موجد ہوتا۔ تو یہ کہہ سکتے تھے کہ واجب الوجود اور قدیم کے ارادہ سے جو چیز پیدا ہوگی وہ اس کے ارادہ اور اختیار کے تابع ہوگی۔ اس لئے وہ حادثات ہوگی، اور موجد حادث نہ ہوگا۔ لیکن آپ مادہ میں کسی قسم کی حیات اور شعور کے قائل نہیں،

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ابھی تک مادہ میں خاص استعداد پیدا نہ ہوئی تھی۔ اس لئے یہ انواع و اقسام اب تک وجود اور ظہور میں نہیں آئے تھے، تو ہم یہ سوال کریں گے۔ کہ اس استعداد کی علت بھی تو وہی مادہ قدیمہ اور اس کی حرکت ازلیہ ہے لہٰذا یہ استعداد قدیم ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ اس کی علت قدیم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ صدہا اور ہزارہا سال گزر گئے مگر اس خاص نوع کے پیدا ہونے کی استعداد پیدا نہ ہوئی،

غرض یہ کہ ان فرضی اور تخمینی باتوں سے عقل سلیم اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ بے شعور اور بے جان مادہ ہر وقت عالم کے بیشمار عجیب و غریب انواع و اقسام کو اس محیر العقول انضباط اور استحکام کے ساتھ پیدا کرتا رہتا ہے اور غیر متناہی زمانہ تک اسی طرح غیر متناہی سلسلہ چلا جائے گا۔

مکان کی مثال

ایک مکان کو دیکھ کر بے تامل اس کا یقین آجاتا ہے۔ کہ اس کا بنانے والا کوئی ضرور ہے۔ تو کیا اتنا بڑا مکان جس کا فرش زمین اور چھت اس کی آسمان ہو اس کو دیکھ کر یہ یقین نہ آئے گا۔ کہ اس کا بنانے والا قدیم و علیم اور خبیر و حکیم ہے،

قدرت کا نظام ہے بتاتا
تو صانع و منتظم ہے سب کا

عارف جامی فرماتے ہیں،

خانہ بے صنع خانہ ساز کہ دید
نقش بے دست نقش زن کہ شنید

رہا یہ سوال کہ وہ بنانے والا کیا ہے اور کہاں ہے۔ جب تک ہم اس کو نہ دیکھ لیں کیسے مانیں۔ سو یہ سوال احمقانہ اور جاہلانہ ہے۔ ماننے کے لئے دیکھنا شرط نہیں۔ عقل اور روح کے وجود کے آپ بھی قائل ہیں۔ مگر آپ نے بلکہ کسی نے بھی آج تک عقل اور روح کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ نہ دیکھنا انکار کی دلیل نہیں بن سکتا۔ عقل پردہ کے پیچھے سے حکم دیتی ہے اور لوگ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ جب تک ہم عقل کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیں گے اس وقت تک عقل کا کوئی حکم نہیں مانیں گے۔ نیز سائنس دان یہ تبلائیں کہ انہوں نے مادہ اور اس کے اجزاء اور اس کی حرکت کا مشاہدہ کیا ہے، نہ کیا ہے اور نہ آئندہ کر سکیں گے۔ دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم جب تک کسی چیز کا مشاہدہ نہ کر لیں۔ اس وقت تک اس چیز کو نہیں مانتے۔ آپ کا وہ قاعدہ کہاں گیا۔ کہ جس کی بنا پر آپ انکار کر رہے تھے مادہ پرستوں نے اس قسم کے قواعد عالم آخرت کی چیزوں کے نہ ماننے کے لئے بنا رکھے ہیں۔ اور دلیل ان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ عارف رومی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں،

دست پنہاں و قلم بیں خط گزار اسپ در جولان و ناپیدا سوار
پس یقیں در عقل ہر دانندہ است ایں کہ با جنبیدہ جنبانندہ است
گر تو آں را می نہ بینی در نظر فہم کن آں را باظہار اثر
تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں لیک از جنبیدن تن جاں بداں

جو لوگ محسوسات اور مشاہدات میں گرفتار ہیں اور نظر و فکر کے عادی نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز بغیر کسی چیز کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے اور ایک حیوان دوسرے حیوان سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ عالم بھی مادہ سے پیدا ہوا ہے۔ عدم محض سے وجود میں نہیں آیا۔

یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ان لوگوں نے خدا کی قدرت کو بندہ کی قدرت پر قیاس کیا کہ جس طرح بڑھئی اور کمہار بغیر تختہ اور مٹی کے تخت اور کوزہ نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح معاذ اللہ خدا بھی بغیر مادہ کے عالم کو نہیں بنا سکتا۔ حالانکہ یہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ عالم کی اشیاء متغیرہ یعنی صورتیں اور خطوط اور نقش و نگار اور تمام اعراض اور کیفیات کسی چیز (مادہ) سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ محض عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ پس جبکہ اعراض اور کیفیات بندہ کی قدرت سے بدون مادہ کے عدم سے وجود میں آ سکتے ہیں۔ تو جواہر اور اجسام خدائے واجب الوجود کی قدرت قدیمہ اور ازلیہ سے بدون مادہ کے محض عدم سے کیوں وجود میں نہیں آ سکتے۔

معلوم ہوا کہ یہ خیال کہ موجود۔ موجود ہی سے پیدا ہو سکتا ہے خیال باطل ہے۔ اس لئے کہ تکوین اور ایجاد اور ابداع (یہ سب ہم معنی لفظ ہیں) اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ اور ابداع کے معنی ایجاد الشی لا من شئی کے ہیں یعنی کسی چیز کو

بغیر کسی چیز (مادہ) کے پیدا کرنے کے ہیں۔ موجود سے موجود کو نکالنے کا نام ابداع نہیں، علیٰ ہذا ایجاد کے معنی وجود عطا کرنے کے ہیں، اور وجود معدوم ہی کو عطا کیا جاتا ہے۔ موجود کو وجود عطا کرنا تحصیل حاصل ہے، اور دو موجود کو ملا کر کوئی چیز بنانا۔ اس کا نام ترکیب ہے۔ لُغت اور عرف میں اس کو ایجاد نہیں کہتے۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل علم الکلام مصنفہ ناچیز میں مُلاحظہ فرمائیں، حضرت مولانا شاہ سید محمد انور کشمیری قدس اللہ سرہٗ سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں،

مجموعۂ کون بود در کتم عدم   از حرف کُن آورد باین دیر قدم
فعلی است کہ بے مادہ قدرت آورد   کز ضرب وجود بعدم نیست قدم

یہ تمام عالم پہلے پردۂ عدم میں تھا محض حرف کُن سے اس بت خانۂ دُنیا میں اس نے قدم رکھا ہے یہ خداوند قدوس کا ایک فعل ہے۔ جو بغیر مادہ کے اس کے دست قدرت سے ظاہر ہوا ہے۔ اس لئے کہ وجود کو عدم میں ضرب دینے سے حاصل ضرب قدم نہیں نکل سکتا۔ بلکہ حادث ہی نکلے گا۔ یا اس طرح کہئے کہ جب ممکن کے عدم ذاتی کو واجب الوجود کے وجود قدیم میں ضرب دیں، یعنی اول کا ثانی سے تعلق اور ربط پیدا کریں تو حاصل ضرب یا نتیجۂ تعلق سوائے حدوث زمانی کے اور کچھ نہیں نکلے گا۔

حکایت ۱، ایک مرتبہ دھریہ (منکرین خدا) کا ایک گروہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں قتل کے ارادہ سے حاضر ہوا۔ امام اعظم نے فرمایا، تم ایسے شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو کہ جو یہ کہے کہ میں نے دریا میں سامان سے بھری ہوئی ایک کشتی دیکھی ہے جو اس کنارہ سے خود بخود سامان لے جاتی ہے۔ اور دوسرے کنارے پر جا کر اتار دیتی ہے۔ اور دریا کی موجوں کو چیرتی ہوئی سیدھی نکل جاتی ہے۔ اور کوئی ملاح اس کے ساتھ نہیں۔ خود بخود سامان اس میں لد جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ بات تو ایسی خلاف عقل ہے کہ کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا۔ افسوس تمہاری عقلوں پر جب ایک کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی۔ تو سارے عالم کی کشتی بغیر ملاح کے کیسے چل سکتی ہے تمام لوگ یہ استدلال سُن کر دنگ رہ گئے اور سب کے سب تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے،

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تجھے   انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

حکایت ۲، امام مالکؒ سے کسی نے وجود صانع کی دلیل پوچھی۔ تو یہ فرمایا کہ آدمی کا چہرہ دیکھو کتنا چھوٹا ہوتا ہے، اور ہر آدمی کے چہرہ میں آنکھ اور ناک اور کان اور زبان اور رُخسار اور ہونٹ وغیرہ وغیرہ سب چیزیں موجود ہیں، مگر باوجود اس کے کسی ایک کی بھی صورت اور شکل دوسرے سے نہیں ملتی۔ یہ خدا کی کاری گری ہے۔ جس نے ہر ایک کو ایک خاص ہیئت اور صورت عنایت فرمائی کہ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔

حکایت ۳، امام شافعیؒ سے کسی دہریے نے وجود صانع کی دلیل پوچھی تو فرمایا کہ توت کے پتوں کو دیکھو کہ سب کا رنگ اور مزہ اور بُو اور طبیعت اور خاصیت ایک ہے، مگر جب اس پتے کو کیڑا کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور جب اس کو شہد کی مکھی کھاتی ہے۔ تو شہد نکلتا ہے اور جب اس کو بکری کھاتی ہے تو مینگنی بن کر نکلتا ہے اور جب اس کو ہرن کھاتا ہے۔ تو مشک بن کر نکلتا ہے، حالانکہ شئے ایک ہی ہے معلوم ہوا کہ یہ اختلاف اور تنوع کسی علیم و قدیر کی کاری گری ہے،

(باقی آئندہ)